

نصير

القرية

(١٠١)



# القارعة

نام | پہلے لفظ القارعة کو اس کا نام قرار دیا گیا ہے۔ یہ صرف نام ہی نہیں ہے بلکہ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے، کیونکہ اس میں سارا ذکر قیامت ہی کا ہے۔

زبانہ نزول | اس کے مکی ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ اس کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بھی مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے۔

موضوع اور مضمون | اس کا موضوع ہے قیامت اور آخرت۔ سب سے پہلے لوگوں کو یہ کہہ کر چو نکایا گیا ہے کہ عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ اس طرح سامعین کو کسی ہولناک واقعہ کے پیش آنے کی خبر سننے کے لیے تیار کرنے کے بعد دو فقروں میں ان کے سامنے قیامت کا نقشہ پیش کر دیا گیا ہے کہ اُس روز لوگ گھبرا بٹ کے عالم میں اس طرح ہر طرف بھاگے بھاگے پھریں گے جیسے روشنی پر آنے والے پروانے بکھرے ہوئے ہوتے ہیں، اور پاٹروں کا حال یہ ہو گا کہ وہ اپنی جگہ سے اکھڑ جائیں گے، ان کی بندش ختم ہو جائے گی اور وہ دھنکے ہوئے اون کی طرح ہو کر رہ جائیں گے۔ پھر بتایا گیا ہے کہ آخرت میں جب لوگوں کا حساب کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی تو اُس میں فیصلہ اس بنیاد پر ہو گا کہ کس شخص کے نیک اعمال بڑے اعمال سے زیادہ وزنی ہیں، اور کس کے نیک اعمال کا وزن اس کے برے اعمال کی بہ نسبت ہلکا ہے۔ پہلی قسم کے لوگوں کو وہ عیش نصیب ہو گا جس سے وہ خوش ہو جائیں گے، اور دوسری قسم کے لوگوں کو اُس گہری کھاٹی میں پھینک دیا جائے گا جو آگ سے بھری ہوئی ہوگی۔

## سُورَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۝ ۱۱ ۝ اِيَاتُهَا ۝ ۱۱ ۝ رُكُوعُهَا ۝ ۱ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 الْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَا اَدْرٰکَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳  
 یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْتُوثِ ۝۴ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ  
 کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهُ ۝۶ فَهُوَ  
 فِی عِیْشَةٍ رَّاٰیۃٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهُ ۝۸  
 فَاَمَّهُ هَآوِیَةٌ ۝۹ وَمَا اَدْرٰکَ مَا هِیَ ۝۱۰ نَارٌ حَامِیَةٌ ۝۱۱

عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے؟ وہ دن جب لوگ پھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ رنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے۔ پھر جس کے پڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا اور جس کے پڑے ہلکے ہوں گے اس کی جائے قرار گہری کھائی ہوگی۔ اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

۱۱ اصل میں لفظ قارِعہ استعمال ہوا ہے جن کا لفظی ترجمہ ہے ”ٹھونکنے والی“ قرع کے معنی کسی چیز کو کسی چیز پر زور سے مارنے کے ہیں جس سے سخت آواز نکلے۔ اس لغوی معنی کی مناسبت سے قارِعہ کا لفظ ہولناک حادثے اور بڑی بھاری آفت کے لیے بولا جاتا ہے۔ مثلاً عرب کہتے ہیں قَرَعْتُمُ الْقَارِعَةَ یعنی فلاں قبیلے یا قوم کے لوگوں پر سخت آفت آگئی ہے۔ قرآن مجید میں بھی ایک جگہ یہ لفظ کسی قوم پر بڑی مصیبت نازل ہونے کے لیے استعمال ہوا ہے۔ سورہ رعد میں ہے وَکَا یَزَالُ الذِّیْنَ کَفَرُوْا نُصِبْنٰهُمْ سَمًا صَنَعُوْا قَارِعَةً۔ ”جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی آفت نازل ہوتی رہتی ہے“ (آیت ۳۱)۔ لیکن یہاں القارِعہ کا لفظ قیامت کے لیے استعمال کیا گیا ہے، اور سورہ الحاقة میں بھی قیامت کو اسی نام سے موسوم کیا گیا ہے (آیت ۴)۔ اس مقام پر یہ بات نگاہ میں رہنی چاہیے کہ یہاں قیامت کے پہلے مرحلے سے لے کر عذاب و ثواب کے آخری مرحلے تک پورے عالم آخرت کا ایک جا ذکر ہو رہا ہے۔

۱۲ یہاں تک قیامت کے پہلے مرحلے کا ذکر ہے۔ یعنی جب وہ حادثہ عظیم برپا ہوگا جس کے نتیجے میں دنیا کا سارا

نظام درہم درہم ہو جائے گا اُس وقت لوگ گھبراہٹ کی حالت میں اس طرح بھاگے بھاگے پھریں گے جیسے روشنی پر آنے والے پروانے ہر طرف پراگندہ منتشر ہوتے ہیں، اور ہاٹ رنگ برنگ کے ڈھنگے ہوئے دن کی طرح اڑنے لگیں گے۔ رنگ برنگ کے دن سے ہاٹوں کو تشبیہ اس لیے دی گئی ہے کہ اُن کے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔

۱۲۔ یہاں سے قیامت کے دوسرے مرحلے کا ذکر شروع ہوتا ہے جب دوبارہ زندہ ہو کر لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہوں گے۔

۱۳۔ اصل میں لفظ موازین استعمال ہوا ہے جو موزون کی جمع بھی ہو سکتا ہے اور میزان کی جمع بھی۔ اگر اس کو موزون کی جمع قرار دیا جائے تو موازین سے مراد وہ اعمال ہوں گے جن کا اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی وزن ہو، جو اس کے ہاں کسی قدر کے مستحق ہوں۔ اور اگر اسے میزان کی جمع قرار دیا جائے تو موازین سے مراد ترازو کے پلڑے ہوں گے۔ پہلی صورت میں موازین کے بھاری اور ہلکے ہونے کا مطلب نیک اعمال کا برے اعمال کے مقابلے میں بھاری یا ہلکا ہونا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں صرف نیکیاں ہی وزنی اور قابل قدر ہیں۔ دوسری صورت میں موازین کے بھاری ہونے کا مطلب اللہ جل شانہ کی میزان عدل میں نیکیوں کے پلڑے کا براٹیوں کے پلڑے کی بہ نسبت زیادہ بھاری ہونا ہے، اور اُن کے ہلکا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بھلائیوں کا پلڑا براٹیوں کے پلڑے کی بہ نسبت ہلکا ہو۔ اس کے علاوہ عربی زبان کے محاورے میں میزان کا لفظ وزن کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اور اس معنی کے لحاظ سے وزن کے بھاری اور ہلکا ہونے سے مراد بھلائیوں کا وزن بھاری یا ہلکا ہونا ہے۔ بہر حال موازین کو خواہ موزون کے معنی میں لیا جائے، یا میزان کے معنی میں، یا وزن کے معنی میں، تدعا ایک ہی رہتا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں فیصلہ اس بنیاد پر ہوگا کہ آدمی اعمال کی جو پونجی لے کر آیا ہے وہ وزنی ہے، یا بے وزن، یا اس کی بھلائیوں کا وزن اُس کی براٹیوں کے وزن سے زیادہ ہے یا کم۔ یہ مضمون قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے جن کو نگاہ میں رکھا جائے تو اس کا مطلب پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ سورہ اعراف میں ہے ”اور وزن اُس روز حق ہوگا، پھر جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے، اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے وہی اپنے آپ کو خسار سے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے“ (آیات ۸-۹)۔ سورہ کہف میں ارشاد ہوا ”اے نبی ان لوگوں سے کہو، کیا تم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔ اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے، قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے“ (آیات ۱۰۴-۱۰۵)۔ سورہ انبیاء میں فرمایا ”قیامت کے روز ہم ٹھیک ٹھیک تو لےنے والے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ جس کا رائی کے دانے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا وہ ہم نے آئیں گے اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں“ (آیت ۴۷)۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفر اور حق سے انکار بچائے خود اتنی بڑی بُرائی ہے کہ وہ براٹیوں کے پلڑے کو لازماً جھکا دے گی اور کافر کی کوئی نیکی ایسی نہ ہوگی کہ بھلائیوں کے پلڑے میں اُس کا کوئی وزن ہو جس سے اُس کی نیکی کا پلڑا جھک سکے۔ البتہ مومن کے پلڑے

میں ایمان کا وزن بھی ہوگا اور اس کے ساتھ اُن نیکیوں کا وزن بھی جو اس نے دنیا میں کیں۔ دوسری طرف اُس کی جو بدی بھی ہوگی وہ بدی کے پلڑے میں رکھ دی جائے گی۔ پھر دیکھا جائے گا کہ آیا نیکی کا پلڑا اٹھکا ہوا ہے یا بدی کا۔

۵۵ اصل الفاظ ہیں اُمَّةٌ هَاوِيَةٌ ”اُس کی ماں حاویہ ہوگی“ حاویہ صوی سے ہے جس کے معنی اونچی جگہ سے نیچی جگہ گرنے کے ہیں، اور حاویہ یہ اُس گہرے گڑھے کے لیے بولا جاتا ہے جس میں کوئی چیز گرے۔ جہنم کو حاویہ کے نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ وہ بہت عمیق ہوگی اور اہل جہنم اس میں اور پر سے پھینکے جائیں گے۔ رہا یہ ارشاد کہ اس کی ماں جہنم ہوگی، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ماں کی گود بچے کا ٹھکانا ہوتی ہے، اسی طرح آخرت میں اہل جہنم کے لیے جہنم کے سوا کوئی ٹھکانا نہ ہوگا۔

۵۶ یعنی وہ محض ایک گہری کھائی ہی نہ ہوگی بلکہ بھڑکتی ہوئی آگ سے بھری ہوئی ہوگی۔

